سالِ نو کا آغاز

یا

اخلاقی رذالت کا طوفانِ بلاخیز

نقشِ آغاز

اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کے دور میں اسلامائیزیشن اور نفاذ شریعت کے ہزاروں دعوؤں کے باوصف "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے معاشرتی اور تہذیبی اطوار کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

نئے سال ۱۹۹۲ء کی آمد کی خوشی میں بہت سے بنگلے نشاط گاہوں میں تبدیل ہو گئے۔ مغربی تہذیب سے متاثرہ خاندانوں نے اپنے بنگلوں میں عیش و طرب میں ڈوب کر نئے سال کی خوشیاں منائیں ۔۔۔ کئی روز قبل ہی کمرے کرائے پر لیے اور جام مئے سے ایسے دل بہلاتے رہے کہ فجر کے وقت ان ہوٹلوں کے طرب انگیز کمروں میں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے ڈھیر لگ گئے ــــ اسلام آباد میں شراب کا کھلے عام استعمال ہوا ۔۔۔۔ لڑکوں اور لڑکیوں نے بھی خاصی تعداد میں شرکت کی ان تمام مقامات میں شراب پانی کی طرح استعمال کی گئی۔ لوگوں نے اچھی شراب کے استعمال کے لیے غیر ملکی سفارتخانوں تک کے دروازے کھٹکھٹائے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

گجرات۔ وقاص کالونی بھمبر روڈ کی دو یتیم بہنوں کو ایک بار پھر چار نامعلوم درندوں نے ان کے گھر میں داخل ہو کر بے آبرو کر دیا۔ اہل خانہ کو زد و کوب کیا اور اسلحہ دکھا کر یتیم لڑکیوں سے باری باری زیادتی کی۔ یاد رہے کہ چند روز قبل بھی چار افراد اہل خانہ کو رسیوں سے باندھ کر مذکورہ بہنوں کو اغوا کر کے قبرستان لے گئے اور ان سے اجتماعی زیادتی کرتے رہے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

زوال پذیر معاشرہ میں عیش و طرب، رنگ رلیاں، شراب نوشی، فحاشی و عیاشی، عزت و آبرو پر ڈاکہ، چوری ڈکیتی، اغوا، قتل، خیانت، ملاوٹ، رشوت، جبر، ظلم اور اسی نوع کے دوسرے معائب کا پایا جانا نہ صرف مستبعد ہی نہیں بلکہ یہ رذالتیں اور بے حسی و کمینگی اس امر کی واضح اور منہ بولتی دلیل ہے کہ قومی و ملی احساس، دینی بیداری کا شعور، اخلاقی اقدار اور ملکی معاشرہ زوال پذیر ہے اور قوم من حیث القوم رو بہ انحطاط ہے اور اس دلیل کا جواب، قوم کی مالی روتنی، کارخانہ داری، سیاست بازی، الزامات و اتہامات۔ مخالفین کی کردار کشی بلند بانگ دعوؤں اور ادھالے کے

سات سات، نو نو منزلہ عمارت کی تعمیر سے نہیں دیا جاسکتا۔ اگر قومیں مکر و فریب، دجل و منافقت، نعرہ بازی، بلڈنگوں کی تعمیرات مارکیٹوں کی رونق، ہوٹلوں کی بہار اور کارخانہ داروں کے وسیع جال بننے سے عروج و ارتقاء حاصل کرسکتیں تو کل کے روس اور آج کے امریکہ و جاپان کی جگہ قوم عاد قوم ثمود اور قوم ہود پوری دنیا پر چھائی ہوتی اور زار روس کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا سنائی دیتا لیکن ایسا نہیں ہوا اس لیے کہ قضا و قدر کا اصول یہی ہے اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا (ہم جب کسی ملک کو ہلاک اور برباد کر دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو ہمارے قانون کے مطابق مرفع الحال بے راہ رو لوگ فسق و فجور کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو ان پر ہمارا نوشتہ صادق آجاتا ہے اور ہم انہیں تہس نہس کر دیتے ہیں)۔

قرآن حکیم کے اس واضح اصول اور وحی الٰہی کی اس قطعی نص کو سامنے رکھتے اور مندرجہ بالا دونوں خبروں کی نوعیت کے دسیوں واقعات جو روزانہ اخبارات کی زینت بنتے ہیں کو بھی تصور میں لاتیے کہیں قوم و ملت کی ہلاکت اور ملکی سالمیت کو ہمارے اپنے اعمال تو تباہ نہیں کر رہے۔ ع

خدا سے خیر سے مانگو آشیاں کی نظر بدلی ہوئی ہے آسماں کی

قرآن حکیم کے ارشاد فرمودہ مذکورہ قانون کے مطابق عزت و ذلت اور عروج و زوال کا دارومدار مادی ترقیات اور مالی ثروت پر ہرگز نہیں بلکہ اخلاقی قوتوں پر ہے۔ اس اعتبار سے اگر ہمارے معاشرے میں مذکورہ عیوب اور بداخلاقیاں پائی جاتی ہیں اور فحاشی اور عیاشی کے ریکارڈ توڑ مناظر سامنے آتے ہیں تو ان پر تعجب اور حیرت کی کوئی گنجائش نہیں ـــــ لیکن اس وقت جو چیز تشویش اور اضطراب کا باعث بن رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی بدعنوانیاں اب اس مرحلے کو چھو رہی ہیں کہ پوری قوم ان سے متاثر ہو رہی ہے اور دکھائی یوں دینے لگا ہے کہ قوم کے اجتماعی مزاج میں بگاڑ اس حد تک پیدا ہو چکا ہے کہ اگر اس وقت کسی مضبوط قوت نے ملت کا رخ، فسق و فجور، معصیت و آبروریزی شراب نوشی، فحاشی اور بے حیائی سے موڑ کر اطاعت و فرمانبرداری، عدل و انصاف اور پاکبازی و پاک دامنی کی طرف نہ موڑ دیا تو ہم نوشتہ الٰہی کے مطابق اس غار میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے جس میں ہم سے پہلے بہت سی متمدن، مہذب برسراقتدار، عروج و اقتدار سے بہرہ ور اور مادی ترقیات میں ہم سے کہیں زیادہ فائق تر قومیں گرائی جا چکی ہیں اور اب ان کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کے نام اور اعمال بد عبرت و موعظت کے لیے سنائے جا رہے ہیں اس وقت جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں حکمران، سیاستدان، قومی راہنما، دینی زعماء اور قوم کا باشعور طبقہ غرض سب جانتے ہیں کہ جس ہولناک کثرت سے انسانی شہ رگ کا خون ہمارے شہروں میں بہایا جانے لگا ہے ملک کے تمام اضلاع بالخصوص سندھ میں انسانی قتل و غارت گری کی جو المناک صورت حال سامنے آرہی ہے اس سے یہ حقیقت پایہ ثبوت

تک پہنچ گئی ہے کہ ہم بھی درندگی اور بہیمیت میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایک انسان کی گردن کاٹنے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپنے اور اس کے سینے میں گولی پیوست کرنے کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی کھلنڈرا کسی جانور کو اپنے سامنے باندھ کر نشانہ بازی کرنے کی مشق کرنے لگے بالفاظ صحیح انسانی جان کا احترام ختم ہو چکا ہے اور ہم میں سے ہر شخص وحشت زدہ اور مبتلائے خوف ہے۔

گاڑیوں اور بسوں میں ڈاکوؤں کی رفتار اتنی تیز ہو چکی ہے کہ ہر مسافر دوران سفر اس خطرے کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھتا ہے کہ کوئی افتاد نہ پڑ جائے۔ اور بجائے اس کے زندہ وجود کے اس کی لاش اس کے گھر پہنچا دی جائے اغوا کی لعنت نے تو ہر بچی اور ہر عورت کی جان، آبرو اور عصمت کو پرخطر بنا دیا ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کسی راہ چلتی عورت پر کس وقت کون سی مصیبت نازل ہو جائے اور کسی بہو بیٹی کو غنڈے سڑک، سٹیشن، موٹروں کے اڈے سے ہی نہیں، ان کے گھر کی چاردیواری سے اچک کر لے جائیں اور اس کے ورثاء تا زندگی اپنے قلوب کو رستے ہوئے ناسور کے حوالے کر دیں جیسا کہ بطور مثال گجرات کا مندرجہ بالا واقعہ ایک مرقعہ عبرت آپ کے سامنے ہے ع

حیا سر پیٹتی ہے عصمتیں فریاد کرتی ہیں

ذرا ایک قدم آگے بڑھیے! آپ محسوس کریں گے کہ اب خوف وہراس صرف شرفاء، غرباء اور کمزوروں ہی پر مسلط نہیں گذشتہ دو تین سال سے جس تیز رفتاری سے ڈاکہ زنی، اغوا، آبروریزی اور قتل وغارت کے واقعات رونما ہوئے ہیں ان کے بعد تو اب ہر زور آور، ہر پارٹی باز، ہر غنڈہ اور غنڈوں کے سرغنوں تک پر یہ ہول طاری ہو گیا ہے کہ کہیں کوئی سنسناتی ہوئی گولی اس کے سینے میں پیوست نہ ہو جائے اور نہ جانے کس لمحے کوئی خنجر اس کی پیٹھ میں گھونپ دیا جائے

یہ وحشت انگیز ماحول یکایک پردۂ غیب سے منصۂ شہود پر ظاہر نہیں ہوا بڑی دھیمی رفتار سے اس نے آغاز سفر کیا جب اس نے دیکھا کہ محافظ غافل اور شکار مدہوش ہے تو اس نے قدم تیز کر دیئے جب اسے محسوس ہوا کہ چارسو ہو کا عالم ہے اور حاکم محکوم سبھی اپنے دھندوں میں مصروف اس کو نظرانداز کئے ہوئے ہیں تو یہ بدمست ہاتھی کی طرح شور مچاتا اور چنگھاڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا ایسے میں اس نے معاشرے اور اس کے رہنماؤں میں بہت کو اپنا سرپرست اور معاون بنایا۔ تو اب اس نے طوفان کی صورت اختیار کر لی ہے —— اور ٹھیک اس وقت جبکہ اسی کی تباہ کاریوں کے خلاف اظہار اضطراب ہونے لگا ہے، اسی لمحے ہمارے ہاں کے سینما ہالوں میں، ریڈیو، ڈراموں اور ٹیلی ویژن پروگراموں میں ہر روز لاکھوں انسانوں کو قتل، ڈکیتی، عیاشی، شراب نوشی، فحاشی، اغوا اور بدمعاشی کے ایسے ایسے گر پردہ سکرین پر عملی صورت میں دکھاتے جا رہے ہیں کہ جن سے سینکڑوں افراد قتل کر کے پولیس اور پبلک دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے میں کامیاب ہو رہے ہیں ہم اپنے مکتبوں، اپنی لائبریریوں اور اپنے اخبارات کے ذریعہ ہر صبح بے شمار ڈرامے، افسانے، قاتلوں کی

کہانیاں، عشق و محبت کی داستانیں اور کامیاب غنڈوں کی آپ بیتیاں اپنے ملک کے باشندوں تک پہنچا رہے ہیں جن کو پڑھ کر وہ جرائم اور مظالم کے نئے نئے طریقوں سے آگاہ ہو رہے ہیں اور عملاً ان کی مشق میں بھی کامیاب ہو رہے ہیں علاوہ بریں ہمارے ہاں جو قانون رائج ہے جس نظامِ شہادت پر فصل خصومات کی بنیاد قائم ہے مقدمات کی پیروی کے لیے وکلاء جو کردار ادا کر رہے ہیں اور عدالتیں جس رفتار سے مقدمات کا فیصلہ کر پا رہی ہیں یہ سب عناصر مل جل کر ایسی فضا تیار کر رہے ہیں کہ مجرم سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر ارتکاب جرم کرے ہر شریف آدمی عدالت کے کٹہرے میں شاہد کی حیثیت سے کھڑے ہونے سے گریز کرے اور جو کمی ان عناصر جزا و سزا سے رہ جائے اسے رشوت و سفارش کا عفریت پوری کر دے۔

یہ بھی تو سوچنے کی بات ہے کہ شراب کی ممنوعیت کے قانون کے باوصف نئے سال کا آغاز کھلے عام شراب نوشی سے کیا جائے۔ یتیموں کے ایک ہی گھر کو اپنی ہوس شہوت کا بار بار نشانہ بنایا جائے اور اس کا کوئی پوچھنے والا نہ ہو قتل کے ایک مقدمے کا فیصلہ چار یا پانچ سال بعد ہو چوری کے مقدمہ کے فیصلہ ہونے تک مسروقہ مال کی طبعی عمر ہی ختم ہو جائے اغوا کے مقدمے میں اغوا کنندہ مستغیث کو اپنے وکیل کے ہاتھوں اتنا ذلیل کر دے کہ وہ آئندہ نسلوں کو بھی وصیت کرنے پر مجبور ہو جائے کہ کبھی بھی اغوا کی رپٹ نہ لکھوائی جائے تو اس کا انجام اس کے سوا اور کیا نکلے گا کہ یہ جرائم روز افزوں ترقی کریں اور معاشرے کے افراد دو حصوں میں منقسم ہو جائیں اور ایک جانب خونخوار بھیڑیے اور دوسری جانب مدافعت کی محروم بھیڑیں۔

موجودہ حالت کے قبیح ترین تناظر میں ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اے کاش!

ایسے مربی افراد، ایسے زعماء قوم اور بہی خواہان ملت معاشرے میں موجود ہوتے جو اپنے قول اور سیرت دونوں سے افراد معاشرہ کو یہ یقین دلا سکتے کہ اس ناپائیدار زندگی کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی شروع ہوگی اور اس کے اچھے برے ہونے کا تمام تر دار و مدار اس دنیا کی چند روزہ زندگی کے درست اور نہ درست ہونے پر ہے۔

حکمران وہ ہوتے جو مناصب اور عہدوں کے حریص نہ ہوتے جو منافقت اور مفاد پرستی سے آشنا نہ ہوتے اور جو ہر آن اس یقین سے سرشار ہوتے کہ وہ عوام و خواص کی جانوں، ان کے اموال، ان کی عزتوں اور عصمتوں کے نگران ہوتے اور ان کی کامیابی اور ناکامی کا مدار اسی پر ہوتا کہ وہ اپنے ذمہ عائد کئے گئے فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

عدلیہ اور انتظامیہ کا محور وہ قانون ہوتا جس کی رو سے قتل تک کے مقدمہ کا فیصلہ چند گھنٹوں میں ممکن ہوتا اور صورت حال یہ ہوتی کہ ادھر ایک یا چند اشخاص نے کسی کو قتل کیا دوسرے لمحے ان پر مقدمہ چلا شہادتیں ہوئیں جج نے محنت شاقہ برداشت کی مقدمے کے ہر پہلو پر غور کیا، فیصلہ صادر کیا اور جلاد نے بھرے مجمع میں قاتل کا سر تن سے جدا کر دیا۔ چور نے مال چرایا ثبوت بہم پہنچا پانچ یا دس ہزار کی جمعیت کے روبرو چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ زانی کو سزاوار قرار

دے کر ہزاروں افراد کے سامنے سنگسار کر دیا گیا ———

اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کی آنکھیں کس حقیقت کا شاہدہ کرتیں ؛ اس کا جسے ہم آج اپنے گردوپیش رقص کرتے ہوتے دیکھ رہے ہیں —— یا —— دیکھنے والے یہ دیکھتے کہ ایک واقعہ سنگساری اور ایک سزائے قطع ید اور ایک قصاص کے بعد مدتوں زنا چوری اور قتل کی کوئی واردات دیکھنے یا سننے میں نہ آتی ———

لہٰذا موجودہ صورت حال اور ناگفتہ بہ ماحول میں ہم یقین بھرے دل سے کہتے ہیں کہ آج ہم جس صورت حال میں گرفتار ہیں اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ

(الف) تمام مسلمان دینی قوتیں قومی اصلاح اور دینی فلاح پر کام کرنے والی تنظیمیں، علماء اور دانشور، ایمان و یقین کی دعوت اور اصلاح اخلاق کی جدوجہد کا آغاز از سر نو اس انداز سے کریں کہ فسق و معصیت کے بادل چھٹ جائیں قلوب علام الغیوب کی جانب مائل ہوں، اس سے ڈریں دنیا کی لذتوں کے بالمقابل آخرت کی نعمتوں اور دنیا کی تکالیف سے بچنے پر آخرت کے عذاب سے محفوظ رہنے کو فیصلہ کن ترجیح دینے لگیں۔

(ب) حکمرانوں اور حکام کا نقطہ نظر بدل دیا جاتے۔ مغربی افکار نے جو تصور، حکمرانی اور حکومت کے مناصب کا ہمیں دیا ہے اس سے دستکش ہو کر مناصب حکومت کو ذمہ داری، مسئولیت، خدمت خلق اور مملکت کی امانتوں سے عہدہ برآ ہونے کا ذریعہ سمجھیں اور یہ یقین کر لیں کہ ان کی نجات و فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے ذمہ تفویض کردہ امور و معاملات کو بخشندۂ منصب خدائے ذوالجلال کی منشاء کے مطابق انجام نہیں دیں گے ———

سردست یہ وہ بنیادی تبدیلیاں ہمارے نزدیک اصلاح کا نقطۂ آغاز ہیں اور جس تشویش انگیز صورت حال سے ہم دو چار ہیں اس سے نکلنے کا واحد ذریعہ بھی ——— مگر ہم حد درجہ تاسف اور رنج والم کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سب کچھ ہو رہا ہے اور سب کر رہے ہیں۔

مگر یہی کام جس موثر انداز میں ہونا چاہیئے تھا نہیں ہو رہا ——— حکمرانوں کے انداز، مقاصد، اہداف، طریقہ کار اور طرز سیاست بہر حال مایوس کن ہے مگر خیر کی تمام قوتیں، بہی خواہان قوم و ملت اور علماء و مصلحین امت بھی اس کے سدباب کے لیے کسی موثر لائحہ عمل کے سوچنے اور مسلمانوں کو دینی فلاح اور اسلامی انقلاب اور منصب نبوت پر اعتماد کی راہ پر لانے کی نہیں سوچیں گے۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔

عبدالقیوم حقانی